© rasailojaraid.com

ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

از جناب مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی

محمد اکبر شاہ شاہ عالم کے منجھلے بیٹے تھے بدھ کے دن ۷ رمضان ۱۱۷۳ھ کو نکن پور زاہدان میں "مبارک محل" کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

"مبارک محل" خاندان سادات سے تھی۔ ذی الحجہ ۱۱۷۱ھ میں شاہ عالم نواب نجیب الدولہ کے پاس قیام پذیر تھے وہیں ان سے عقد کیا تھا۔[1]

واقعات | شاہ عالم کو ان سے بہت محبت ہو گئی تھی جہاں دار شاہ کو بلانا چاہا نواب اودھ اور انگریزوں نے از راہ مصلحت ان کو نہ آنے دیا۔ سندھیا مرہٹوں نے اکبر شاہ ثانی کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ نواب غلام قادر خاں دلی سے جب میرٹھ بھاگا تو ان کو بھی ساتھ لیتا گیا اور بیدار بخت کے بجائے بادشاہ بنایا۔ مرہٹوں نے غلام قادر کو شہید کیا تو شاہ عالم پھر کابل ہوتے جہاں دار شاہ کے انتقال کے بعد ہی ولی عہد قرار دئے گئے۔

شادی | ۱۱۹۵ھ میں شاہ عالم نے ان کی بڑی دھوم دھام سے شادی کی تھی۔ امیر الامرا مرزا نجف خاں ذوالفقار الدولہ وزیر نے دولہا دلہن کو تحفے میں لاکھوں روپیہ کا سامان پیش کیا تھا ان کی اولاد میں بڑے ابوظفر بہادر شاہ تھے جو ایک راجپوت خاتون کے بطن سے دوسرے

---

[1] شاہ عالم نامہ ص ۶۳ و دیباچہ نادرات شاہی ص ۵۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرزا جہانگیر جو ممتاز محل کے بطن سے ۱۸۰۵ء/۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوتے تھے۔

جلوس "شاہ عالم" ۱۹ر نومبر ۱۸۰۶ء/۱۲۲۲ھ میں انتقال کر گئے تو محمد اکبر شاہ ثانی کی اس وقت ۴۹ سال کی عمر تھی

پہلا دربار اکبر شاہ ثانی غرضیکہ ۱۸۰۶ء میں محمد اکبر شاہ ثانی زیب افروز تخت سلطنت ہوئے پھر تو ہر روز بادشاہ دربار کرتے رزیڈنٹ و دیگر حکام کمپنی اور امرائے سلطنت باریاب ہوتے لال پردہ سے باہر روبروئے تخت تین جگہ مجرا ہوتا تھا عملہ و حبشی و چوبدار دعا بآواز بلند نگاہ روبرو مہابلی بادشاہ یا حضرت جہاں پناہ سلامت مجرا کرایا کرتے تھے جب بادشاہ سے کچھ کلام کرتے تھے۔ اراکین خلافت بادشاہ کو بہ لفظ کرامت پیر و مرشد قبلہ عالم جہاں پناہ سے مخاطب کرتے۔

سواری عیدین پر بادشاہ فیل پر سوار ہو کر عازم عیدگاہ ہوتے ہاتھی رنگا رنگ اور زریں جھول سے سجا ہوتا لالہ موہن لال ملک الشعرا متخلص بہ منعم نے صفت فیلانِ شاہی میں ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔

فیل مستش چو قلہ الوند — زدہ پہلو بہ آسمان بلند
خط شنجرف بر جبین خوشرنگ — چوں شفق جانب قلم و رنگ

جس امیر کے دروازہ سے سواری گذرتی حاضر ہو کر نذر پیش کرتا باشارۂ چشم قبول ہوتی فیلبان اٹھا لیتا مسٹر اجیلڈ سٹینن صاحب بہادر جن کو ناظم الدولہ سیف الملک خطاب تھا اور سر چارلس مٹکاف صاحب مخاطب بہ منتظم الدولہ مختار الملک ساتھ سواری کے ہوتے واپسی پر بادشاہ خلعت فاخرہ سے ہر ایک کو حسب مراتب نوازتے۔

دعوئے تخت نشینی رسم تخت نشینی کے بعد ہی بادشاہ مرحوم کے بڑے لڑکے مرزا جہان بخت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بیوہ شہزادی قُتلق سلطان بیگم (رجنیا بیگم) نے گورنمنٹ میں درخواست دی جس میں اپنے بیٹے خرم بخت کے لئے تخت کا دعویٰ کیا۔ محروم الارث ہونے کی بنا پر خارج کر دیا گیا۔

کوائف اکبر شاہ کی تخت نشینی پر گورنر جنرل نے جو تہنیت نامہ بھیجا اُس میں بادشاہ کو یقین دلایا کہ آپ کی خدمت وافتخار اور امن واطمینان کی حکومت برطانیہ ضمانت کرتی ہے۔

"بادشاہ نے گورنر جنرل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ خواہش کی مرحوم شاہ عالم اور لارڈ ولزلی کے درمیان جو عہد وپیمان ہو چکا ہے۔ اس کی رو سے شاہی وظیفہ میں اضافہ کیا جائے۔ اس یاد دہانی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ سلطنت کے اخراجات بڑھ گئے ہیں"[1]

قضیہ ولی عہدی اکبر شاہ ثانی کی منظور نظر بیگم "ممتاز محل" کی یہ سعی تھی کہ بادشاہ کا تیسرا بیٹا مرزا جہانگیر ولی عہدی کے منصب پر فائز ہو مگر گورنمنٹ نے فیصلہ کر دیا کہ شہزادہ ابوظفر خلف اکبر ہیں لہٰذا وہی ولی عہد قرار دیے گئے۔ اکبر شاہ نے جہانگیر کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا مگر اُن کی چلی چلائی کچھ نہیں۔

بادشاہ کی ولی عہدی پر خفگی بادشاہ سلامت شاہزادہ ابوظفر سے بے حد خفا اور ناراض رہتے مگر یہ جب حاضر ہوتے مؤدب گھٹنوں باپ کے سامنے کھڑے رہتے مگر "ممتاز محل" کا جادو اکبر شاہ پر ایسا تھا کہ وہ جہانگیر پر مٹا ہوا تھا گورنمنٹ نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ

"بادشاہ کے دلائل جہانگیر کی ولی عہدی کے معاملہ میں خاطر خواہ اثر نہ ڈال سکے بادشاہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ صرف ہماری کاوشوں اور محنتوں کا ثمرہ ہے کہ

---

[1] دیباچہ راجہ رام موہن رائے از ڈاکٹر مجمدار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کمال اطمینان و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہو مناسب ہے کہ بغیر چون و چرا کے گورنمنٹ کے مشورہ پر عمل کرو جو کہ ہمیشہ تمہاری خیر خواہی میں رہتے ہیں وظیفہ شاہی کے اضافہ کی درخواست درخور اعتنا سمجھی گئی۔[1]"

کیونکہ گورنمنٹ جو رقم ادا کرتی تھی وہ حقیقتاً اس رقم سے زیادہ ہی نہ تھی جو بادشاہ کو مرہٹوں کے زوال سے پہلے ملتی رہی تھی بلکہ موجودہ حالات کے تقاضہ سے یہ رقم ان کے آرام اور شاہانہ طور پر زندگی بسر کرنے کے لئے کافی تھی۔

خطرہ | گورنمنٹ برطانیہ کو خطرہ لاحق تھا کہ بہت ممکن ہے کہ وظیفوں کا اضافہ بادشاہ کے لئے ایسے ذرائع مہیا کر دے جو ان کے مفاد اور بقا کے لئے مضرر رساں ہوں بادشاہ سے بار بار درخواست کی گئی کہ وہ گورنمنٹ کے حکام کے مشورہ پر عمل پیرا ہوں اور جیسا وہ کہتے ہیں کرے۔"

خط و کتابت | گورنمنٹ کی خط و کتابت ریذیڈنٹ کے توسط کے بغیر ناپسند کی گئی اور ریذیڈنٹ کو ہدایت کر دی گئی کہ بادشاہ کے خطوط جو گورنمنٹ کو بھیجے جائیں وہ ان کی دیکھ بھال اور جانچ کر لیا کرے ریذیڈنٹ کو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اگر ان باتوں سے حسب دلخواہ نتیجہ نہ نکلے تو وہ اشارۃً بادشاہ کو متنبہ کر دے۔"

پالیسی کی تبدیلی | سر چارلس مٹکاف نے جو اس وقت دہلی میں نائب ریذیڈنٹ تھا گورنمنٹ کے نرم طریقۂ عمل کو ناپسند کیا۔ اس کے خیال میں اس سے بادشاہ دہلی کو قابل اعتراض طرز عمل اختیار کرنے کا بہانہ ملتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "بادشاہ اپنے نام نہاد اختیارات پر پھولا بیٹھا ہے۔"

---

[1] راجہ رام موہن رائے از مجبہ دار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسٹر سیٹن جیسے مزاج کا آدمی جس رکھ رکھاؤ اور فیاضی کے ساتھ اس غریب کٹھ پتلی سے پیش آتا ہے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے زعم باطل میں ترقی کی لہر اٹھے ریزیڈنٹ کے طرزِ عمل کے متعلق سر چارلس مٹکاف اپنے ایک دوست کو لکھتا ہے:

"میں سیٹن صاحب کی خاندان شاہی کے ساتھ پالیسی سے زیادہ متفق نہیں ہوں یہ اخلاق کی پستی اور طرزِ عمل کی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ ایک نامور گرے ہوئے خاندان کا اتنا لحاظ اور پاس کیا جائے جو نہ ظاہرداری طور پر درست ہے اور نہ جس کو مروت چاہتی ہے اس سے برطانوی گورنمنٹ کے نمائندے کا اقتدار مٹا جاتا ہے۔" حالانکہ حقیقتاً دہلی پر اسی کی حکومت ہونی چاہیئے علاوہ ازیں اس سے شاہی عظمت اور حکومت کے جذبات قوی ہو رہے ہیں۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ یہ جذبات دائمی طور پر محوِ خواب ہو جائیں یہ نتیجہ میری آنکھوں کے سامنے بسرعت مرتب ہو رہا ہے یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ یہ ہماری نیت نہیں ہے کہ بادشاہ کو کل شاہی اختیارات از سرِ نو مل جائیں لہذا ہم کو ایسے طرزِ عمل پر گامزن نہیں ہونا چاہیئے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ حکومت کا پھر خواب دیکھنے لگے۔" ...... ہمیں بادشاہ کے شاہی اقتدار کی کوششوں کو فوراً روک دینا چاہیئے اور وہ حد بھی بتا دینی چاہیئے جس سے نام نہاد بادشاہ کے ساتھ ادب اور اطاعت کے معاملے میں ہم آگے نہیں بڑھیں گے۔[1]

اگر اس مقصد کے لئے شاہ کے خالی نام کو بھی مٹا دینا ضروری ہو تو میں اس کے لیئے بھی تیار ہوں۔ حالانکہ میں چاہتا تھا کہ اس نام کو سر دست اس کے پاس چھوڑ دیا جائے۔[1]

---

[1] دیباچہ راجہ رام موہن رائے صفحہ ۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقبرہ شاہ عالم کی قبر کا مسئلہ بادشاہ نے ریذیڈنٹ کو اپنی مالی دشواریوں کے متعلق لکھا اور گورنمنٹ سے استدعا کی کہ اس کے والد مرحوم کی قبر پر ایک یادگار نصب کی جائے اور مزید گذارش کی کہ اس یادگار کو برقرار رکھنے کے لئے کچھ جائیداد اور روپیہ اس نیک مقصد کے لئے وقف کر دیا جائے۔"

ریذیڈنٹ نے گورنمنٹ کو اپنے نجی نوٹ میں لکھا کہ بادشاہ کی مندرجہ بالا مشکلات روپیہ کی کمی کی وجہ سے اتنی نہیں جتنی کہ اس کی بدنظمیوں سے ہیں اور بادشاہ کی آخری درخواست بھی قابل منظوری نہیں ہے۔"

ریذیڈنٹ کو ہدایت کی گئی . . . . . بادشاہ کے کل ناجائز مطالبات کا انسداد کرے خواہ وہ بادشاہ کی دماغی پیداوار ہوں یا دوسروں کے مشورہ کا نتیجہ۔"

وفد شاہ جی مگر اکبر شاہ نچلے نہ بیٹھے وفد بھیجنے کی سوجھی پہلے گورنمنٹ نے انکار کیا پھر رضامندی دے دی اس پر شاہ جی اور راجہ شیر لعل بادشاہ کی طرف سے پریسیڈنسی بھیجے گئے یہ وفد شاہ جی کے نام سے موسوم ہے۔"

گورنمنٹ کے ایرانی سفیر نے وفد سے ایک ملاقات کی جس کے نتائج سے ایک سال بعد ۸ مارچ ۱۸۵۱ء کو ریذیڈنٹ متعینہ دہلی کو مطلع کیا گیا ایرانی سفیر نے تجویز کیا تھا۔
"کہ یہ ضروری ہے کہ وفد شاہ جی ناکام ہو کیونکہ بادشاہ کے نجی نمائندہ کی بات تسلیم کر لینے کی صورت میں ریذیڈنٹ کا اقتدار ختم ہو جائے گا جو کہ ناپسندیدہ ہے۔"

چونکہ بادشاہ کی درخواستوں کو کئی بار ٹھکرایا جا چکا تھا اس لئے گورنمنٹ کے خیالات ریذیڈنٹ کے پاس روانہ کر دیئے گئے تاکہ بادشاہ کو ان سے آگاہ کیا جا سکے

ایرانی ناظم نے تحریر کیا ہے کہ شاہ جی کا پہلا عمل اس شرط کی خلاف ورزی تھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو گورنمنٹ نے عاید کی تھی یعنی وہ گورنر جنرل کے لئے ایک اعزازی خلعت لے گیا جس کی بادشاہ سے ممانعت کر دی گئی تھی کیونکہ گورنر جنرل کو خلعت دینے کے یہ معنی ہوتے تھے کہ گورنمنٹ برطانیہ ظاہری رسوم کی پابند ہے اور اطاعت گذار ہے شاہ جی نے اس امر کے اعلان کرنے میں بھی کچھ پس و پیش نہیں کیا کہ یہ تجاویز نہ صرف خاص سرداروں اور شاہزادوں کے لئے اس قسم کے اعزاز عطا کرنے کی تمہید ہیں بلکہ برطانوی گورنمنٹ کی اطاعت کے بعد اگر کوئی انکار کردے تو مجرم اور مستوجب سزا ہوگا۔ لیکن ان تمام بیجا تجاویز کو گورنمنٹ نے رد کردیا آگے چل کر حکام نے یہ فیصلہ کیا کہ خط اور خلعت اور وہ تمام خطوط و تحائف جو بادشاہ کی ماں اور بیگم نے شاہ جی کے معرفت گورنر جنرل کو بھیجے تھے ایرانی دفتر کے توسط سے وصول کئے جائیں اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ ریزیڈنٹ کو ہدایت کی گئی کہ اگر شاہ جی بادشاہ سلامت سے گورنمنٹ کے بارے میں کوئی شکایت کرے تو اس کی تردید کرے تاکہ بادشاہ کے دل میں حکومت کے خلاف کوئی میل نہ آئے۔

غرضیکہ اسی طرح شاہ دہلی کی شہنشاہیت کے ادعاء کو روک دیا گیا۔ دیگر عرضداشتیں مختلف فوائد کے لئے دی گئی تھیں مثلاً اضافہ وظیفہ شاہی کا پرانا مطالبہ کہ وہ ایک لاکھ تیس ہزار ماہوار تک بڑھا دیا جائے حق انتخاب ولیعہد ساز و سامان، لوازمات شاہی کا مہیا کرنا، ولیعہد کے وظیفہ کا اجراء۔ امراء و شہزادگان کی نذریں گزراننے کی پرانی رسموں کی بحالی۔ آگرے کی ضبط شدہ اراضی کی واگذاری اور ان انتظامی شرائط کی پابندی جو لارڈ ولزلی نے ۱۸۰۵ء میں کی تھی ان مطالبات سے کثر کی منظوری سے حکومت نے انکار کردیا گورنمنٹ کو امید تھی کہ مذکورہ بالا وفد کے ناکامیاب نتائج بادشاہ کو اس کے ناجائز مطالبات ترک کرنے کی ترغیب دینے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں حائل ہوں گے اور بادشاہ کو ایسی راہ پر لگادیں گے جو شاہی خاندان کی مجبوریوں کے حسب حال ہو بہر کیف شاہ صاحب کے وفد کی ناکامیابی بادشاہ کے دل پر خاطر خواہ اثر پیدا نہ کرسکی وہ مایوس نہ ہوئے اور دوبارہ گورنمنٹ سے بلاتعین مقدار وظیفہ بڑھانے کی درخواست کی اولاً ریزیڈنٹ نے قناعت کرنے کے لئے کہا مگر وہ کوشش میں ناکام رہا اور آخرش بادشاہ کے شدید اصرار پر اس نے درخواست آگے بڑھادی۔

اس عرضداشت میں اول تو شاہ جی کے وفد کا تذکرہ تھا پھر گورنمنٹ برطانیہ کی ان خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا جو انھوں نے خاندان شاہی کے ساتھ کیا تھا اور بعد میں یہ تشریح تھی کہ مرحوم بادشاہ کے لوازمات برقرار رکھنے اور دوسرے امور کے باعث میں سخت مالی الجھن میں مبتلا ہوں اس لئے حکومت برطانیہ کو ازراہ عنایت میرے آڑے وقت کام آنا چاہئے۔ بادشاہ کے مراسلہ کی بنیاد جنرل لیک کے مراسلہ پر تھی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ شاہی خاندان کی کفالت کے انتظام محض عارضی ہیں آئندہ جنگ کے اثرات زائل ہوتے ہی اطمینان بخش انتظام کردیا جائے گا۔

ریزیڈنٹ نے ان دلائل کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس کا فیصلہ گورنمنٹ پر چھوڑا اور یہ فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ یہ شرط لگادے کہ کسی شہزادے کو بھی مسلح آدمی رکھنے کی اجازت نہیں اس شرط کا اشارہ بالخصوص شاہزادہ جہاں گیر کی طرف تھا جس کے شکوہ کے سامنے خود ولیعہد کی شان ماند پڑگئی تھی جبکہ اس کے دماغ میں ولیعہدی کا سودا سمایا ہوا تھا۔

زمانہ نے بادشاہ کے ساتھ سازگاری کی اور منٹو کو بادشاہ پر رحم آیا اور اس نے تمام مراسلات کا جائزہ لیا مندرجہ بالا جانچ پڑتال کا ایک خاکہ یادداشت کی شکل میں بورڈ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو بتاریخ ۳۰ رجون ۱۸۳۸ء روانہ کر دیا گیا جس میں شاہی وظیفہ کو ۱۲ لاکھ سالانہ بڑھا دینے کی سفارش کی تھی گورنمنٹ کے وزیر نے ریزیڈنٹ متعینہ دہلی کو ان جملہ شرائط سے مطلع کر دیا جس پر وہ فوراً کاربند ہونا چاہتی تھی اس فیصلہ کی ابتدا اسی طرح کی گئی کہ تمام خط و کتابت کے صحیح معاینہ اور واقعات حاضرہ کے جائزہ نے ان دلائل کو جواب تک بادشاہ کے وظیفہ کی زیادتی کے مطالبات کو ناجائز سمجھتے رہے بدل دیا ہے گورنمنٹ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر بادشاہ کو صحیح راستہ پر لگانا چاہا تاکہ وہ اپنی حالت اور حکومت برطانیہ سے اپنے تعلقات کا بہتر اندازہ کر سکے انھوں نے اس سلسلہ میں اپنا یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ گورنمنٹ نے ولیعہد کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ہی اس کا مشاہرہ دینا منظور کر لیا ہے لیکن ولیعہد بادشاہ کے بڑے بیٹے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا شہزادہ جہانگیر کے محافظ رسالہ کی برطرفی کا حکم بھی دے دیا گیا تھا۔

گورنمنٹ نے احتیاطاً ریزیڈنٹ کو ہدایت کی کہ وہ بادشاہ پر یہ واضح کر دے کہ اگرچہ گورنمنٹ نے شاہی وظیفہ میں اضافہ اولیں یادداشتوں کے وقت سے کیا ہے مگر بایں ہمہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل یہ مناسب سمجھتا ہے کہ بادشاہ ان شرائط کی تعمیل وظیفہ میں ترقی کے وقت سے کرے۔ انھوں نے یہ بھی ریزیڈنٹ کو تبلایا کہ شاہی وظیفہ کے ازدیاد پر شاہ جاجی کے وفد کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔ ریزیڈنٹ مذکورہ بالا فیصلہ پاتے ہی بوجوہ چند بادشاہ کو اس سے مطلع نہ کر سکا ایک وجہ یہ تھی کہ اس خبر کی وصول یابی کے ایک ہفتہ قبل محل میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا بادشاہ نے محل کے پھاٹکوں پر قبضہ کا حکم دے دیا مرزا جہانگیر نے جارحانہ اقدام کیا اس کشمکش میں شہزادے کی محافظ فوجوں کی کچھ جانیں بھی ضائع ہوئیں نتیجہ کے طور پر بادشاہ کا دل اس سے بہت مشوش ہوا اور اس خیال سے کہ مبادا عوام کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ بادشاہ کے لئے یہ فیصلہ ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قسم کی مفاہمت بلکہ یہ کہ شاہزادہ جہانگیر کو الہ آباد جلا وطن کر دے لہٰذا مناسب سمجھا گیا کہ یہ فیصلہ ملتوی رکھا جائے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ شاہ حاجی اور راجہ شیر مل کچھ دنوں پہلے دہلی میں وارد ہوئے تھے اگر اس کا اعلان کیا جاتا تو ممکن تھا کہ یہ لوگ اپنی قابلیت پر محمول کرتے مگر کچھ دنوں بعد جبکہ بادشاہ کا دل سکون پذیر ہو گیا اور بادشاہ نے اپنے لڑکے کو ولی عہد کے عہدے پر مفتخر کر دیا تو اُس وقت ریزیڈنٹ نے مناسب سمجھا کہ گورنمنٹ کے اس فیصلے سے بادشاہ کو مطلع کرے جس پر اظہار اطمینان و مسرت کیا گیا۔ گورنر جنرل کے خط کے جواب میں بادشاہ نے زوردار الفاظ میں اس فیصلہ پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور گورنر جنرل کے ساتھ وابستگی اور کامل اعتماد کا یقین دلایا بادشاہ نے اس کی تمنا کی کہ اس کے بیٹے مرزا جہانگیر کو جلد از جلد واپس بلا لیا جائے اور ریزیڈنٹ نے بھی اس کی سفارش کی چنانچہ گورنمنٹ نے چند شرائط کے ساتھ شہزادے کی واپسی کو منظور کر لیا۔ بادشاہ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ شاہی معاملات کے متعلق مذکورہ بالا فیصلہ سے جو امیدیں وابستہ تھیں ان پر جلد ہی پانی پھر گیا اور بادشاہ دیرینہ مقاصد کو حاصل کرنے کی تمنا میں ایک ایسے فتنہ سے دوچار ہوا جس سے اُس کے وقار کو زبردست ٹھیس لگی یہ فتنہ پران کشن وفد کے نام سے مشہور ہے

پران کشن مرشد آباد واقع بنگال کا رہنے والا تھا جو دولت و اقبال کی تلاش میں سرگرداں رہنے کے بعد دہلی میں سکونت پذیر ہوا یہاں کسی درباری کے توسل سے وہ بادشاہ دہلی کا گماشتہ بن گیا اس نے یہ ہوا باندھی کہ بادشاہ کی تمنائیں ضرور بار آور ثابت ہوں گی ان کے مطالبات کو منوانے کی کوشش کی جائے گی اگر وہاں نہیں تو دربار انگلستان میں تو ضرور ہی کامیابی ہو گی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اسے راجہ کے خطاب سے نوازا دیا اور اپنا نمائندہ بنا کر بھیجنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھیجدیا۔ اس وفد کی دلچسپ روئداد سر جے۔ سٹڈ ملو۔ گیے ای کے الفاظ میں یہ ہے

اس وفد کی خفیہ تحریک بے حد دلچسپ ہے دو مکار ہندوستانیوں میں جس میں ایک ہندو تھا اور دوسرا مسلمان جس کا سرغنہ ایک مسلمان عالم تھا بادشاہ کو ورغلایا کہ وہ اس کے لئے کلکتہ میں بڑے فرائض انجام دے سکتے ہیں خصوصاً شہزادہ جہانگیر کی جانشینی کے متعلق سر ہنری رس چیف جسٹس کے ذریعہ سے جس کا لکھا ہوا ایک خط خود بادشاہ کے نام بھی پیش کیا گیا بادشاہ اپنی سادہ لوحی سے ان کے دام فریب میں آگیا۔

یہ عیار بحیثیت وکیل کلکتہ چلے گئے اور ان کا سرغنہ فریب دینے کے لئے دہلی میں ہی مقیم رہا انھوں نے اپنا کام نہایت ہوشیاری سے کیا کوئی جھوٹ اور جعل ایسا نہ تھا جس کو ان دھوکے بازوں نے کہنے یا کرنے سے پس و پیش کیا ہو لارڈ وسں کے ہاتھوں اپنے استقبال کی خوب خوب داستانیں گڑھیں اور اس حاکم کے نام سے خوب جعلی خطوط بھیجے انھوں نے بتایا کہ کلکتہ پہنچتے ہی وہ پہلے لارڈ وسں سے ملے اور جس وقت اسے حالات کا علم ہوا وہ کف افسوس ملنے لگا بادشاہ کا خط پڑھکر وہ انگشت بدنداں رہ گیا اور سفیر کو یقین دلایا کہ اس نے مسٹر مٹکاف گورنر جنرل کو اس مضمون کا ایک خط لکھوایا جس میں اسے بادشاہ کے ساتھ خراب سلوک پر کوسا گیا تھا۔

اس طرح کے جعلی اور جھوٹے خطوط تحریر کر کے انھوں نے اعلیٰ حضرت کو کامل یقین دلایا کہ ان کی عرضداشتیں خاطر خواہ توجہ حاصل کر رہی ہیں انھوں نے بعد کے مراسلہ میں لکھا کہ وہ گورنر جنرل بہادر اور سابق ریزیڈنٹ دہلی کے ہمراہ لندن جا رہے ہیں اور بادشاہ سے درخواست کی کہ ان کی تنخواہ ان کے بدلے ایک دوست کو جس کا نام انھوں نے بتلا دیا تھا دے دیا کریں۔ مولوی ملا نے تائید کی کہ یہ بیان صحیح ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہمراہ وکلار شاہی بھی جہاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے روانہ ہو چکے ہیں۔ بالآخر ان فریب کاریوں کا پردہ چاک ہو گیا۔

کلکتہ سے جو خط موصول ہوئے تھے مٹکاف کے حوالے کر دئے گئے بادشاہ نے انتہائی تاسف و پریشانی کا اظہار کیا۔ مٹکاف نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر بادشاہ کو مشورہ دیا کہ وہ ناقابل عمل تبدیلیوں کی تکلیف دہ خواہش کو عمل میں لانے کے خواب کو جو کہ اس کی زندگی کے واسطے سوہان روح ہو گئی ہے ترک کر دے

پران کشن کی بھی تذلیل ہوئی اسے خطاب سے محروم کیا گیا۔ مٹکاف کو امید تھی کہ ان کوششوں کے بعد اس کی نصیحت بادشاہ کو آئندہ کیلئے باز رکھے گی لیکن اس کی یہ امید پوری نہ ہوئی کہا جاتا ہے کہ کلکتہ کی ناکامیابیوں کے بعد اس نے لکھنؤ میں نواب وزیر سے دوسری سازش شروع کر دی یہ سازش اس کے بیٹے جہاں گیر کے ذریعہ عمل میں آئی جو الہ آباد سے ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے بہانے لکھنؤ گیا تھا تاکہ نواب کی خدمت میں ملتمس ہو کہ برطانوی گورنمنٹ سے وظیفہ میں اضافہ کرا دے۔ مسٹر کے ای۔ لکھتے ہیں۔ در حقیقت خفیہ سازشوں کا ایک سیلاب تھا جو محل سے مسلسل امنڈ آیا تھا حالانکہ وہ اپنے اثرات میں مشکل سے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا تاہم تکلیف دہ ضرور تھا اس لئے اس کے روکنے کی ضرورت تھی وہ خط جو بادشاہ نے نواب وزیر اودھ کو لکھا لکھنؤ کے ریذیڈنٹ کے ہاتھ لگ گیا اور اس سازش کے انکشاف کے نتیجہ میں شہزادے پر پابندی عاید کرنے کی سفارش کی گئی گورنمنٹ نے ایسے طرز عمل پر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے بادشاہ کے زائد وظیفہ کو بند کر دینے کی ہدایت کی جو ۱۸۰۹ء میں منظور ہوا تھا۔ تاکہ بادشاہ کو افسوس ہو۔ یہ طریقہ کارگر ثابت ہوا بادشاہ نے تاسف کیا اور وظیفہ دوبارہ جاری کر دیا گیا۔ شہزادہ کو بھی اس عمل پر ندامت ہوئی۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ گورنمنٹ کی خواہش کے مطابق عمل کریگا

© rasailojaraid.com

گورنمنٹ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور شہزادے کے خانگی اخراجات میں کمی کر کے ۱۴۳۱۵ سے ۱۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ کر دئے اس کے بعد ہی لارڈ منٹو نے گورنر جنرلی کا چارج لیا لارڈ منٹو نے اپنی ۱۸۱۰ء کی روئداد میں اور باتوں کے ماسوا یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ اپنے ناممکن الحصول مقصد پر اڑا ہوا ہے لیکن طاقت کی محتاجی کی بدولت کھلے بندوں کوشش نہیں کر سکتا اور اتنا بے بس ہے کہ اپنی خواہشات کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے وہ ادنی چالوں اور نازیبا سازشوں کے جال میں پھنس جاتا ہے جو محل کی بیگمات اور نائی ذہنیت کے مشیروں کی فکر کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ سر چارلس مٹکاف جب دہلی میں نائب ریزیڈنٹ تھا تو اس نے ارباب حل وعقد کی توجہ ان آنے والے خطرات کی طرف مبذول کرائی جو کہ وہ کمزور مغل بادشاہ کے مطالبات کو نہ دبا کر اپنے واسطے اکٹھی کر رہے تھے۔

وقت گزرتا رہا اور انگریز ہندوستان میں اپنے مقبوضات کو محفوظ سمجھ کر بیرونی دشمنی سے خوفزدہ نہ تھے کیونکہ ان کو اپنی طاقت پر اعتماد تھا۔ لارڈ ولزلی کے عہد میں ایک عظیم الشان منصوبہ ناتمام رہا تھا لیکن دس سال بعد لارڈ ہیسٹنگز کے زمانہ میں اس منصوبہ کے پریشان اجزا رنگ لائے اور اس نے حالات کو اتنا سازگار پایا کہ جلد والیان ملک پر حکومت برطانیہ کی بالادستی ایک حقیقت نظر آنے لگی۔ ہندوستان اور انگلستان میں انقلاب عظیم ہو چکا تھا اور اسی کے ساتھ ہمارے خیالات میں بھی لارڈ ہیسٹنگز کو شہنشاہ دہلی کے خلاف رویہ کی کارفرمائی کا موقعہ مل گیا یہ کوئی غیر فطری امر نہ تھا کہ ایک نئے گورنر جنرل کے تقرر سے مغل بادشاہ کو اپنی امیدیں سرسبز ہوتے معلوم ہوئیں اور اس نے چاہا کہ وہ سرکار برطانیہ کے نئے افسر سے میل جول پیدا کر کے اپنی دیرینہ آرزوئیں پوری کرے جب بادشاہ کے علم میں آیا کہ گورنر جنرل مغربی صوبہ جات کا دورہ کرنے والا ہے تو

© rasailojaraid.com

بادشاہ نے ریزیڈنٹ مٹکاف سے ایک حد تک تکلیف دہ سلسلہ نامہ و پیام شروع کر دیا تاکہ اس کی ملاقات گورنر جنرل سے ہو جائے۔ مارکوئس آف ہیسٹنگز کا قول ہے کہ بادشاہ نے کمپنی کی حکومت پر سر اقتدار کو مرجح ثابت کرنے کے مخصوص طریقے میں متعدد ترمیمات کی کوشش کی لیکن آخر کار جب مسٹر مٹکاف نے شہنشاہ کو اس کا یقین دلایا کہ خواہ وہ میرے اعزاز میں کتنی ہی کمی کیوں نہ کریں میں کسی اجنبی حکومت کی برتری اپنی حکومت میں تسلیم کرنے کا مخالف رہوں گا تو بادشاہ نے ملاقات کا خیال ترک کر دیا۔ میرا یہ طرز عمل پارلیمنٹ کے اس عالیہ قانون کی وجہ سے نہ تھا جس کی رو سے کمپنی کے محروسہ علاقہ پر صرف برطانوی تاج کی حکومت تسلیم کی گئی ہے بلکہ ہماری اس غلط پالیسی کے قومی احساس کا نتیجہ یہ تھا کہ شہنشاہ دہلی کے اقتدار کو بہر نوع تسلیم کر لیا جائے۔

سرکار برطانیہ کی اس بے باکانہ پالیسی پر عمل بطور انتظام شروع کر دیا گیا اس جذبہ کے ماتحت جو واقعات بعد کو پیش آئے ان کی چند مثالیں یہ ہیں۔

ایک پرائیویٹ روزنامچہ میں گورنر کا یہ بیان ہے

خاندان تیموریہ کو اس درجہ نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ بات بات میں اس کی رجوع کرنے کی عادت بسرعت مفقود ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شاہی خاندان کے مراسم و آداب جو ہم نے اپنے اوپر عائد کر لیے تھے اور جن میں ہماری ماتحتی اور وفاداری کی جھلک تھی۔ ختم ہوتے جا رہے ہیں میں نے بھی اس بات کو اس لئے صحیح تصور کر لیا کہ اس کی نمائش و تصنع کو ختم کر دیا جائے خواہ اس کا تعلق ہم سے ہو خواہ دیسی ریاستوں سے۔

لارڈ ولزلی کے عہد تک سرکار برطانیہ کی حکومت ممالک محروسہ پر غیر مکمل تھی لیکن لارڈ ہیسٹنگز کے زمانہ میں ہر طرح باضابطہ مکمل ہو گئی۔ اور جیسا کہ خود لارڈ ہیسٹنگز کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مندرجہ بالا اقوال سے ظاہر ہے گورنر جنرل نے اس تبدیلی کے اظہار سے کسی موقع پر دریغ نہیں کیا۔ ایک دفعہ جبکہ گورنر جنرل لکھنؤ گیا تو اس نے دیکھا کہ نواب وزیر کی عملداری میں بادشاہ دہلی کے دو بھائی سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ جو کہ نواب وزیر کی فیاضی پر اپنی گذر اوقات کرتے تھے ان کے سامنے نواب نے ایک مرتبہ راستہ میں جبکہ ان کو یہ دونوں شہزادے ملے کسی طرح اپنے ہاتھی کو جھکا کر بادشاہ دہلی سے اظہار عقیدت کیا گورنر جنرل نے فوراً ہی نواب وزیر کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ اظہار فدویت آپ ہی کا حصہ ہے سرکار برطانیہ تو ان غلامانہ آداب کو اب خیرباد کہہ چکی ہے۔ ریزیڈنٹ کو اس بات کی ہدایت کردی گئی تھی کہ وہ موقعہ کی تاک میں رہے اور نواب وزیر کو ان آداب کے ترک کرنے کی ترغیب دیتا رہے۔ ان آداب شاہی ۲

گورنر جنرل کی یہ امید بارآور ہونے میں کچھ دیر نہیں لگی نواب زادہ کے شاہی لقب اختیار کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ دہلی کے دربار نے برملا غیظ و غضب کا اظہار کیا اور دونوں حکومتوں میں ناقابلِ عبور خلیجِ منافرت پیدا ہوگئی اس جدید حکمت عملی کا ایک رخ یہ تھا کہ والیٔ کمونہ (Kamonal) کے لڑکے اور جانشین فیض محمد خان نے گورنمنٹ سے یہ درخواست کی کہ اسے خلعت عطا ہو۔

ہسٹنگز کی سرکار نے ممکن الوجود اعتراضات پر غور کیا جواب تک اس طرز عمل کے مانع تھے اور بالآخر فیصلہ کر لیا کہ شاہی اختیارات خود اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور اس کو خلعت عطا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن یہ احتیاط کی گئی کہ یہ فیصلہ باقاعدہ اعلان کے ذریعہ مشتہر نہیں کیا گیا۔

ریزیڈنٹ دہلی کو یہ ہدایت کردی گئی کہ اگر بادشاہ کوئی اعتراض کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے بلکہ صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ سرکار کی یہی مرضی ہے ایک اور مثال

۲ کے عوض میں ملک کے نواب اودھ بادشاہ بن بیٹھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بطور نظیر پیش کی جاتی ہے کہ جے پور کے نئے راجہ نے اپنی گدی نشینی کے موقع پر دہلی سے ٹیکہ کی رسم کے لئے درخواست کی ہسٹنگز نے اجازت نہ دی کیونکہ اس نے خیال کیا یہ باتیں بادشاہ اور دیسی ریاستوں میں رسم وراہ کے دیرینہ رواج کو ختم کرنے کے اصول کے منافی ہیں کیونکہ اگر ان رسوم کو ختم نہ کیا جائے تو بادشاہ کا مٹتا ہوا اقتدار برقرار رہے گا۔

مخصوص جشن شاہی کے موقع پر برطانوی کمانڈر انچیف شاہ دہلی کے سامنے نذر پیش کیا کرتا تھا اس رسم کو موصوف نے یکلخت اڑا دیا کیونکہ اس سے کمپنی کے محروسہ علاقوں پر تاج دہلی کا تفوق نمایاں ہوتا تھا۔

اس وقت برٹش گورنمنٹ کی وابستگی اور ادعائے اقتدار شاہی کے درمیان جو تفاوت تھا اس کو بھی مراسلوں کے مقررہ القاب وآداب میں تصنیف کر کے ختم کر دینے کی کوشش کی گئی۔ سر جے۔ ای کول بروک کو جب دہلی میں ریزیڈنٹ مقرر کیا گیا (الدین کے محکمہ کے ناظم سررشتہ مفتی انعام اللہ خاں بہادر گویا موی تھے دستار پیخ خصان گویا مو معنفہ مفتی محمد حسن) تو اس تقرر کی اطلاع شہنشاہ کی خدمت میں حکومت برطانیہ کے ہندوستان کے نمایندے کی طرف سے ایک نئے انداز کے مراسلے سے دی گئی۔

گورنمنٹ کا ایرانی وزیر اس سلسلے میں لکھتا ہے

سنہ ۱۸۱۹-۲۰ء تک گورنر جنرل ایک بڑی مہر جس پر لقب وفادار اکبر شاہ یا حلقہ بگوش اکبر شاہ کندہ تھا استعمال کرتا تھا اور خط جو بادشاہ کو لکھتا تھا وہ عرضداشت یا درخواست کی شکل میں ہوتے تھے۔

اس وقت یہ ارادہ کر لیا گیا کہ کوئی باقاعدہ رزولیوشن اس مضمون پر نہیں تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ مہر کو جس پر عبارت مذکور کندہ تھی متروک قرار دیا جائے اور اس کے بجائے وہ مہر جو اس سے پہلے گورنر جنرل کے لئے غیر ملکی مغربی ایشیا کے شہزادوں سے خط وکتابت کے لئے تیار کی گئی تھی استعمال کی جائے اور اسی تاریخ سے برطانوی گورنمنٹ کے افسرِ اعلیٰ نے بادشاہ سے مراسلت بند کردی۔ جب نئے ریزیڈنٹ کے دہلی میں تقرر اور گورنر جنرل کی آمد و رفت کے مواقع پر مراسلت اور تحریری تہنیت خوانی یک لخت رک گئی تو بادشاہ نے یہ سمجھا کہ میری دانستہ توہین کی گئی ہے اور اس سے اس کو سخت کوفت ہوئی۔

لگے ہاتھوں اور واقعہ بھی سنئے ۲۹ر جنوری ۱۸۲۰ء کو شاہ انگلستان کی وفات اور اس کے لڑکے کے تخت نشین ہونے کی خبر شاہ دہلی کو پہنچائی گئی۔

اس خبر کو سن کر شاہ دہلی نے گورنر جنرل کی معرفت پیغام تعزیت اور نئے بادشاہ کے لئے تہنیت بھیجنا چاہا مگر لارڈ ہیسٹنگز نے شہنشاہ کی اس خواہش کی تعمیل سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد سے رسمی آداب مراتب کے خلاف برطانوی مزاحمت نمایاں ہونے لگی۔ جس سے بادشاہ اور ارکین شاہی بہت آزردہ ہوئے یہ سچ ہے کہ لارڈ ہیسٹنگز کے رویہ اور طریقہ کار نے بادشاہ کے مفاد میں بہت روڑے اٹکائے لیکن اس طرح نئے گورنر جنرل لارڈ امہرسٹ کی فیاضیوں سے پھر بھی بہت کچھ امیدیں وابستہ تھیں اگست ۱۸۲۶ء میں لارڈ امہرسٹ نے حسب دستور مغربی صوبوں کا دورہ شروع کیا۔

جب بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو قدرتاً وہ اس سے ملنے کا خواہشمند ہوا۔ کچھ رعد تک محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بعد بادشاہ کو امیدوں کی جھلک نظر آنے لگی۔ جب گورنر جنرل متھرا پہنچا تو شہنشاہ نے اپنے بیٹے مرزا سلیم کو اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ مطلع کر دے

© rasailojaraid.com

کہ بادشاہ آپ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں۔ اس ملاقات کی رسمی ترتیب طے ہوجانے کے بعد گورنر جنرل دہلی پہنچا اور بادشاہ سے محل میں ملا۔ بادشاہ نے ریذیڈنٹ کو لکھا کہ خدا کے فضل سے آخرکار لارڈ امہرسٹ میرے یہاں آئے اور میں نے رازدارانہ طریقہ اور مسرت کے تاثرات سے جو تمناؤں کے بر کرنے کے لئے خوش آمدید کہا۔ حتی الوسع میں نے ان کی خاطر مدارات کی اور جو معاہدات ہمارے اور گورنمنٹ برطانیہ کے درمیان ہوتے تھے وہ بیان کئے اس کے ساتھ ہی ہم نے اپنی خواہشات بھی ظاہر کر دیں۔

یہ مراسلہ ایک عرضداشت کی شکل میں تھا جس کو اسی وقت گورنر جنرل کے سکریٹری کو دے دیا ولیعہد نے بھی ایک علیحدہ عرضداشت اپنے معاملات کے متعلق پیش کی اپنی عرضداشت میں بادشاہ نے خواہش کی تھی کہ گورنمنٹ ان شرائط کو جن کے متعلق اس کا خیال تھا کہ گورنمنٹ نے اس کے مرحوم باپ سے کئے تھے پورا کرے۔

علاوہ ازیں شہنشاہ نے اپنے وظیفہ اور دستار کے متعلق جو مدت ہوئی ختم ہو چکے تھے کچھ اور باتیں بھی پیش کیں، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دوران گفتگو میں ایرانی سکریٹری افضل بیگ وکیل بادشاہ متعینہ ریذیڈنسی سے کہا کہ وہ مضامین جن کا کہ بادشاہ کی عرضداشت میں حوالہ ہے کسی صورت سے بھی سرکاری معاہدے نہیں قرار دئے جا سکتے اس کا تحریری جواب افضل بیگ نے ۱۴؍اگست ۱۸۲۷ء کو دیا اور سکریٹری کے دعویٰ کی یوں تردید کی

(۱) جب ریذیڈنٹ نے دستخط کے بعد محولہ کاغذات شاہ مرحوم کے حوالے کر دئے تو اس فعل سے یہ ثابت ہو گیا کہ فریقین کے مابین معاہدہ ہے۔

(۲) ان کاغذات میں ایک تحریر موجود تھی جس کی رو سے ستر ہزار روپیہ بادشاہ کو سات مذہبی تقریبوں پر دے جا رہے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) منجملہ اور دفعات کے ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ سزائے موت کے کاغذات شاہ مرحوم کے سامنے حکم ناطق کے لئے پیش کئے جایا کریں۔

(۴) ۱۸۰۵ء کے ضابطہ ۸ میں صریح طور پر تاکید ہے کہ شہر دہلی و مضافات جو شاہی خاندان کی کفالت کے لئے مخصوص ہے کمپنی کی مدد سے باہر ہے۔

بادشاہ نے ۱۸۳۰ء میں اس بات پر زور نہیں دیا کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ریذیڈنٹ خود حکام بالا کے سامنے اس معاملہ کو پیش کر دے۔ بادشاہ سلامت اپنی عرضداشت گورنمنٹ کو بھیجنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ان کو خبر ملی کہ لاٹ صاحب دورہ کرنے والے ہیں اس لئے انھوں نے سوچا کہ اس سے ملاقات کریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اصل معاہدہ پر عمل کیوں نہیں ہو رہا ہے بادشاہ کے دعوے اس معاہدہ پر مبنی تھے اور وہ ان سے دستبردار نہیں ہونا چاہتے تھے۔

بہرنوع گورنمنٹ نے بادشاہ کی مذکورہ بالا عرضداشتوں کی ایک نقل ریذیڈنٹ متعینہ دہلی کو اس کی رائے معلوم کرنے کو بھیج دی سر چارلس مٹکاف اس وقت دہلی کا ریذیڈنٹ تھا اس نے طویل نوٹ میں اپنے خیالات لکھ کر گورنمنٹ کو واپس کر دی ابتدا ہی سے ریذیڈنٹ موصوف بادشاہ کے مطالبات کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات شدید مخالفت بھی کرتا تھا۔ اس نوٹ میں اس نے یہ فرض کر لیا تھا کہ بادشاہ کی عرضداشت کا مقصد محض وظیفہ کی رقم کو بڑھانا تھا۔ اس لئے اس نے یہ ثابت کیا کہ وہ دستاویز جو مرحوم بادشاہ کو ۱۸۰۵ء میں ارسال کی گئی تھی وہ ہرگز گورنمنٹ کی مستقبل کے طرز عمل پر کسی قسم کی پابندی نہیں عائد کرتی تھی بلکہ اس میں صرف گورنمنٹ کے ارادوں کا ذکر تھا حکومت برطانیہ کی نیت کبھی یہ نہ تھی کہ بادشاہ کے ساتھ کوئی معاہدہ کرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مٹکاف کے دوسرے خیالات مختصراً اسی کے الفاظ میں یہ ہیں۔

"یہ تحقیق نہیں ہے کہ ۱۸۰۵ء کے معاہدہ کا کیا منشا ہے آیا بادشاہ کے لیئے وظیفہ کی کوئی خاص رقم منظور کرنا ہے یا اسے کسی خاص علاقہ کی خالص آمدنی دینا ہے"

لیکن یہ یقین کرنے کے لئے کافی وجہ موجود ہے کہ بہرنوع یہی نیت ہوسکتی تھی کہ اس وقت زیادہ سے زیادہ کیا وظیفہ مقرر کیا جائے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کسی مخصوص علاقہ کی بحیثیت کی آمدنی سے یہ مراد ہو کہ وظیفہ کی رقم کا تعین نہ ہو تو یہ امر بھی مبہم رہ جاتا ہے حالانکہ یہ واضح ہے کہ ۱۸۰۵ء میں علاقہ کے اخراجات میں فوجی اخراجات بھی شامل ہیں لیکن مئی ۱۸۰۵ء کا منشاء کچھ بھی ہو اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ یا وہ مخصوص علاقہ جو بادشاہ کو دیئے جانے کی تجویز تھی دوسرے سرداروں کو دے دیا گیا تھا اور جو اس سے محفوظ رکھا گیا وہ بادشاہ سلامت کے بار کو اٹھانے کے لیئے قطعاً ناکافی تھا لہذا شاہی وظیفہ برابر بلا لحاظ آمدنی ادا ہوتا رہا اور قطعی انتظام ۱۸۳۲ء میں کر دیا گیا۔ جس کی رو سے وظیفہ بڑھا دیا گیا حکومت ہند اور آنریبل کورٹ آف ڈائرکٹرز نے بھی ان وعدوں پر غور کیا جو بادشاہ کے ساتھ پہلے کئے گئے تھے۔

اگر ۱۸۰۵ء کے ارادے کا اطلاق علاقہ دہلی کی آمدنی میں ظاہری اضافہ پر ہو سکتا ہے تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس وقت کے فیصلہ میں دہلی کا جنوبی حصہ نہیں شامل تھا اور وہ دوسرے اضلاع شامل تھے جو اب علاقہ دہلی سے خارج ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۸۰۵ء میں جو فیاضانہ رقم وظیفہ کی طے ہوئی تھی وہ تقریباً اس رقم کے برابر تھی جو موجودہ علاقہ دہلی کی کل آمدنی میں سے اخراجات حکومت وضع کرنے کے بعد بچ رہتی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی تیس لاکھ روپیہ اوراس میں سے فوجی اخراجات بھی ادا کرنے تھے اور اگر اس طریقہ پرعمل کیا جائے تو پھر اس آمدنی میں شاہی وظیفہ نہیں بڑھایا جا سکتا۔

حاصل کلام اس کی معقول وجہ نہیں نظر آتی کہ برٹش گورنمنٹ جو مقررہ رقم بطور وظیفہ بادشاہ سلامت کو دے رہی ہے اور جو بادشاہ سلامت کی مفروضہ ضروریات اور ہماری حیثیت کے مطابق ہے اس میں کسی قسم کی ترمیم کرے۔"

سرچارلس مٹکاف نے ان خیالات کے اظہار کے بعد یہ لکھا کہ وظیفہ کا بڑھانا دشوار ہے البتہ شاہی خاندان کے دور کے عزیزوں کی پرورش میں یقیناً اضافہ کی ضرورت ہے شہنشاہ کی عرضداشت کے جواب میں گورنمنٹ نے وہی رویہ اختیار کیا جو مٹکاف کی تجاویز تھیں۔ بادشاہ قدرتاً بہت مایوس ہوئے چنانچہ انھوں نے ریزیڈنٹ کو ایک تحریر بھیجی جس میں لکھا کہ "گورنر جنرل نے ان معاہدوں اور وعدوں کے ایفاء میں دوسروں کی طرح کوئی دلچسپی نہیں لی حالانکہ یہ معاہدے گورنمنٹ کے آئین میں داخل تھے۔

مکتوبی رسم وراہ جس کو کچھ عرصہ پہلے بند کر دیا گیا تھا اور جس سے بادشاہ تشکوک میں مبتلا تھے وہ بادشاہ کے خیال میں لارڈ ایمہرسٹ سے ملاقات کے بعد از سر نو جاری ہو جاتے۔

کول بروک کا تقرر جب بحیثیت ریزیڈنٹ دہلی عمل میں آیا تو تجدید مراسلت تو ضرور ہوگئی لیکن ان سے وہ جملے محو کر دئے گئے جن سے برٹش گورنمنٹ کی سیاسی وابستگی کا اظہار ہوتا تھا۔

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com